درسِ نظامی • دورۂ ایمانیات • نشست ۳ (صفحات ۱۲ تا ۱۷) • ۱۰ سالہ جامع کورس پریویو

حقیقتِ عقیدہ، ایمانِ مفصل اور اس کے انفرادی و اجتماعی اثرات

ایمانِ مفصل کے ارکانِ ستہ (توحید، رسالت، کتب، ملائکہ، آخرت، تقدیر) اور روزمرہ زندگی میں عقیدے کی طاقت

جامعہ آن لائن لرننگ مینجمنٹ سسٹم (KUI LMS) • نصابِ علم العقائد الإسلامية

۱ سالہ آن لائن اسلامی کورس کا ماڈل سبق و پریویو

کیوں عمل سے پہلے عقیدہ ضروری ہے؟

رسول اللہ ﷺ نے مکہ مکرمہ کے مشرک معاشرے میں پہلے ۱۳ سال نہ نماز کی جزئیات فرض کیں، نہ روزے، زکوٰۃ یا حج کے احکام؛ بلکہ پہلے دلوں میں خدا، رسول اور آخرت کے زندہ یقین کی بنیاد رکھی۔ اگر جسم میں روح نہ ہو تو خوبصورت پوشاک کسی کام کی نہیں، اور اگر جڑ نہ ہو تو شاخیں قائم نہیں رہ سکتیں۔ **عقیدہ عمل کی اصل، بنیاد اور روح ہے۔** جب تک دل کی زمین میں عقیدے کی جڑ مضبوط نہ ہو، اعمال کی شاخیں پھل نہیں لا سکتیں۔

ایک فکری چیلنج (Thought Experiment)

تصور کریں: اگر اللہ تعالیٰ دنیا میں انبیاء نہ بھیجتا تو انسانیت کی حالت کیا ہوتی؟

اگر وحی اور نبوت نہ ہوتی تو انسانی عقل مادیت کے اندھیروں میں بھٹکتی رہتی۔ طاقتور کا قانون راج کرتا، اخلاقیات محض کمزوروں کا وہم قرار پاتیں، اور انسان چاند، سورج، سانپ یا خود انسانوں ہی کو خدا بنا کر پوجتا رہتا۔ عقل اکیلی سائنسی آلات تو بنا سکتی ہے لیکن خیر و شر، عدلِ مطلق اور روح کے مقصد کا ابدی پیمانہ صرف وحیِ نبوت سے ملتا ہے۔

اساسی کلامی متن

«آمَنْتُ بِاللهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْقَدْرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ مِنَ اللهِ تَعَالَى وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ»

اردو ترجمہ: «میں ایمان لایا اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر، آخرت کے دن پر، اور اس بات پر کہ اچھی اور بری تقدیر اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے، اور موت کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے پر۔»

۱. الباب الأول (B1): حقيقة العقيدة والإيمان المفصل

صفحہ ۱۲

لغوی معنی: پکی گرہ

عقیدہ "**عقد**" سے ہے، جس میں شدت، قوت، ثبات اور وثوق کا مفہوم پایا جاتا ہے؛ اسی سے ہے عقدِ بیع، عقدِ نکاح اور عقدِ بیعت۔ یعنی ایسا پختہ یقین جس میں کوئی ڈھیل یا تزلزل نہ ہو۔

اصطلاحی تعریف

وہ واضح حقائق جنہیں عقل قبول کرے، اور جب وہ دل میں راسخ ہو کر **انسان کے فکر و عمل کی قوتوں کو اپنی مضبوط گرفت میں لے لیں** تو یہی حقائق عقیدہ بن جاتے ہیں۔

عقیدے کی خصوصیات

قبولِ مطلق، یقینِ راسخ، شک سے بالاتری، موافق کو اختیار کرنا اور مخالف کو ترک کرنا، اور اس کے لیے جان و مال قربان کرنے کی آمادگی۔

ارکانِ ستہ (چھ اساسی ستون): ایمان باللہ + بالملائکہ + بالکتب + بالرسل + بالآخرۃ + بالقدر۔ یہی ارکانِ ستہ اسلام کے فرائض، احکام، اخلاق اور اوامر و نواہی کی اساس ہیں۔ باقی احکام کا مطالبہ ان کی قبولیت کے بعد ہے۔

- **اللہ:** ذات، صفات، اختیارات اور حقوق میں یکتا۔
- **فرشتے:** پیغام لانے والے اور کائناتی تدبیری حکم نافذ کرنے والے۔

- **کتابیں:** ہدایت کا محفوظ متن۔
- **رسول:** ہدایت کا زندہ عملی نمونہ۔
- **آخرت:** جواب دہی اور عدلِ مطلق و جزا و سزا۔
- **تقدیر:** سب کچھ اللہ کے علم، کتابت اور مشیئت کے تحت۔
- **بعث بعد الموت:** موت کے بعد دوبارہ اٹھایا جانا۔

حدیثِ جبریل علیہ السلام (صحیح مسلم):
«... قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنِ الْإِيمَانِ، قَالَ: أَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ... قَالَ: فَإِنَّهُ جِبْرِيلُ أَتَاكُمْ يُعَلِّمُكُمْ دِينَكُمْ»
ترجمہ: حضرت جبریلؑ نے سفید لباس میں آ کر سوال کیا: مجھے ایمان کے بارے میں بتائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ کہ تم اللہ پر، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور آخرت کے دن پر ایمان لاؤ، اور اچھی و بری تقدیر پر ایمان لاؤ۔ پھر فرمایا: یہ جبریلؑ تھے، تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے۔

طرزِ تعلیمِ صحابہ (سنن ابن ماجہ — حضرت جندب بن عبداللہؓ):
«تَعَلَّمْنَا الْإِيمَانَ قَبْلَ أَنْ نَتَعَلَّمَ الْقُرْآنَ، ثُمَّ تَعَلَّمْنَا الْقُرْآنَ فَازْدَدْنَا بِهِ إِيمَانًا»
ترجمہ: ہم نے قرآن سیکھنے سے پہلے دل میں ایمان اور عقیدہ سیکھا، پھر جب قرآن سیکھا تو اس سے ہمارا ایمان اور بڑھ گیا۔

۲. الباب الثاني (B2): الإيمان بالله وإثبات التوحيد وإبطال الشرك

صفحات ۱۲-۱۳

توحید دین کی عمارت کا مرکزی دل ہے جیسے جسم میں دل؛ اس کے بغیر کوئی عمل قبول نہیں۔ کلامی اعتبار سے توحید کے ۴ اساسی دائرے ہیں:

۱. توحید فی الذات

اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں احد ہے؛ نہ اس کا کوئی باپ ہے، نہ بیٹا، نہ کوئی اس کا ہمسر۔ (﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ﴾)۔

۲. توحید فی الصفات

اللہ کی صفات **قدیم، ذاتی اور مطلق** ہیں؛ جبکہ مخلوق کی صفات **حادث، عطائی اور محدود** ہیں۔ یہ تین الفاظ یاد رہیں تو صفات کے شرک سے بچاؤ ہو جاتا ہے۔

۳. توحید فی الاختیارات

فوق الفطری طریقے سے نفع و نقصان، حاجت روائی، مشکل کشائی، دعا سننا، قسمت بنانا بگاڑنا؛ اور حلال و حرام اور قانون مقرر کرنا، یہ سب صرف اللہ کا اختیار ہے۔

۴. توحید فی الحقوق

رکوع و سجود، دست بستہ قیام، نذر و نیاز، قربانی، منت، مصیبت میں پکارنا، سب سے بڑھ کر محبت، تقویٰ اور غیر مشروط اطاعت صرف اللہ کا حق ہے۔

⚠️ **معاشرے میں شرک کی عام صورتیں (غیر اسلامی عقائد کا ابطال):**
غیر اللہ سے دعا مانگنا (شرک فی الدعوۃ)؛ اللہ کی نافرمانی میں علماء و مشائخ کی اطاعت (شرک فی الطاعۃ — التوبہ: ۳۱)؛ غیر اللہ سے اللہ جیسی محبت؛ علمِ نجوم، فال، کہانت اور غیب دانی کا دعویٰ؛ بدشگونی یا کسی انسان کو منحوس قرار دینا؛ درخت، پتھر یا قبر سے حاجت روائی سمجھنا؛ جادو؛ اور شرکِ خفی جیسے ریاکاری اور غیر اللہ کی قسم کھانا۔

﴿اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۖ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ﴾ (طٰہٰ: ۸)
وہ معبودِ برحق ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کے سب نام اچھے ہیں۔

﴿اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ﴾ (التوبہ: ۳۱)
انہوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو اللہ کے سوا خدا بنا لیا (یعنی اللہ کے حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرنے میں ان کی اندھی پیروی کی)۔

فرمانِ نبوی ﷺ (صحیح بخاری و مسلم — حضرت معاذ بن جبلؓ):
«حَقُّ اللّٰهِ عَلَى الْعِبَادِ أَنْ يَعْبُدُوهُ وَلَا يُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا» — بندوں پر اللہ کا حق یہ ہے کہ وہ اسی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں۔

ارشادِ نبوی ﷺ (جامع ترمذی — حضرت عبداللہ بن عباسؓ):
«إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللّٰهَ، وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ» — جب مانگو تو صرف اللہ سے مانگو، اور جب مدد چاہو تو صرف اللہ سے مدد چاہو۔

سیرت کا نمونہ: حضرت بلال حبشیؓ:
امیہ بن خلف دوپہر کی تپتی ریت پر لٹا کر سینے پر وزنی پتھر رکھ دیتا تاکہ وہ شرک کا ایک بول بول دیں، مگر ان کی زبان پر یہی صدا جاری رہتی: **«أَحَدٌ أَحَدٌ»** (اللہ ایک ہے، اللہ ایک ہے)۔

توحید کا اثر بر نفسِ انسانی (انفرادی)	توحید کا اثر بر نظامِ معاشرت (اجتماعی)
• **خوف و حزن کا خاتمہ:** نفع و نقصان صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے، افسر کے ڈر سے جھوٹ پر دستخط نہیں کرتا۔ • **خودداری و آزادی:** کام کے لیے چاپلوسی اور سفارش کے پیچھے نہیں بھاگتا ("یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے / ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات")۔ • **توکل و قناعت:** پڑوسی کی نئی گاڑی دیکھ کر کڑھنے کے بجائے شکر؛ طمع، حرص اور حسد سے حفاظت۔	• **مساوات و مواخات:** مسجد کی صف میں امیر، وزیر اور مزدور ایک ساتھ کھڑے ہوتے ہیں۔ رنگ اور زبان تفریق کا سبب نہیں بنتے۔ • **حاکمیتِ الٰہی:** قانون کسی مخصوص طبقے یا سرمایہ دار کی ہوس کا غلام نہیں رہتا، سب قانون کے سامنے جواب دہ ہیں۔

۳. الباب الثالث (B3): ادارۂ رسالت اور ختمِ نبوت

صفحات ۱۳-۱۵

رسالت ایک مکمل ادارہ ہے جس کے ۳ مربوط اجزاء ہیں: **فرشتہ** (وحی لانے والا) ← **کتاب** (ہدایت کا متن) ← **رسول** (زندہ عملی نمونہ)۔

۱. فرشتوں پر ایمان

فرشتے سراپا اطاعت مخلوق ہیں جن کا اپنا کوئی اختیار نہیں۔ یہ نہ اللہ کی اولاد ہیں نہ معبود نہ سفارشی۔ حضرت جبریلؑ وحی لاتے ہیں اور کاتبین اعمال لکھتے ہیں۔

۲. کتابوں پر ایمان

صحفِ ابراہیم و موسیٰ، تورات، زبور، انجیل اور قرآن سب برحق ہیں۔ قرآن "**مُهَيْمِن**" ہے یعنی سابقہ کتب کی سچائیوں کا محافظ و ناسخ اور خود ہمیشہ کے لیے محفوظ۔

۳. رسولوں پر ایمان

رسول سب سے پہلے خود عمل کرتے ہیں۔ ان کی صفات: بشریت، عبودیت، عصمت، امانت اور صدق۔ رسولوں کے درمیان تفریق کفر ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی متعدد حیثیتیں اور ختمِ نبوت: آپ ﷺ محض "مرکزِ عقیدت" نہیں بلکہ "**مرکزِ اطاعت**" ہیں: کتاب کی وضاحت کرنے والے، معلم و مربی، اسوۂ حسنہ، شریعت بتانے والے، قاضی و حاکم۔
حکمتِ ختمِ نبوت: دین مکمل ہو گیا، قرآن و سنت محفوظ ہیں، اور انسانیت فکری اعتبار سے بالغ ہو چکی ہے۔ آپ ﷺ کے بعد کسی نئے نبی کی ضرورت باقی نہیں رہی۔

﴿مَّا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ﴾ (الاحزاب: ۴۰)
محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے والد نہیں ہیں بلکہ اللہ کے پیغمبر اور نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں۔

﴿قُل لَّا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ ۚ وَلَوْ كُنتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ﴾ (الاعراف: ۱۸۸)
کہہ دو کہ میں اپنی ذات کے نفع و نقصان کا بھی مالک نہیں مگر جو اللہ چاہے، اور اگر میں غیب جانتا ہوتا تو بہت سے فائدے جمع کر لیتا۔

فرموداتِ نبوی ﷺ:
• «لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ» (متفق علیہ) — کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے اس کے والدین، اولاد اور تمام انسانوں سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جاؤں۔
• «فَأَنَا اللَّبِنَةُ وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ» (صحیح بخاری) — نبوت کی خوبصورت عمارت میں آخری اینٹ میں ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔
• «وَقَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ إِنِ اعْتَصَمْتُم بِهِ: كِتَابَ اللّٰهِ» (صحیح مسلم) — میں تم میں ایسی چیز چھوڑے جا رہا ہوں کہ اگر تم نے اسے مضبوطی سے پکڑے رکھا تو کبھی گمراہ نہ ہوگے: اللہ کی کتاب۔

صلحِ حدیبیہ میں سفیرِ قریش عروہ بن مسعود کا اعتراف:
«خدا کی قسم! میں بادشاہوں کے دربار میں گیا ہوں — قیصر، کسریٰ اور نجاشی کے پاس — مگر خدا کی قسم! میں نے کوئی ایسا بادشاہ نہیں دیکھا جس کے ساتھی اس کی ایسی تعظیم کرتے ہوں جیسی محمد ﷺ کے ساتھی محمد ﷺ کی کرتے ہیں» (صحیح بخاری)۔

رسالت کا اثر بر نفسِ انسانی (انفرادی)	رسالت کا اثر بر نظامِ معاشرت (اجتماعی)
• **اطاعت کا جذبہ:** "میرا دل نہیں مانتا" کے بجائے "سنت کیا کہتی ہے؟" کو معیار بنانا۔ • **عملی نمونہ:** زندگی کے ہر دائرے (باپ، تاجر، حاکم، پڑوسی) کے لیے رسول اللہ ﷺ کی صورت میں کامل ماڈل موجود ہے۔ • **تقویٰ:** فرشتے ہر بات لکھ رہے ہیں، لہٰذا تنہائی میں بھی موبائل پر غلط چیز نہ دیکھنا۔	• **وحدتِ فکر:** ایک ہی معیار (قرآن و سنت) پر جمع ہونے سے گروہی اور فرقہ وارانہ ٹکراؤ ختم ہوتا ہے۔ • **امت کی دعوتی ذمہ داری:** ختمِ نبوت کی بنا پر اب دعوت و ابلاغ کی اجتماعی ذمہ داری امتِ محمدیہ ﷺ کے کندھوں پر ہے۔

۴. الباب الرابع (B4): عالمِ آخرت اور احتسابِ اعمال

صفحات ۱۵-۱۶

آخرت یعنی بعد میں آنے والی زندگی۔ موت زندگی کا خاتمہ نہیں بلکہ دوسری زندگی میں منتقلی ہے؛ جسم فنا ہوتا ہے مگر روح اور انسانی شخصیت باقی رہتی ہے۔ *«الدُّنْيَا مَزْرَعَةُ الْآخِرَةِ»* — یہاں بونا ہے اور وہاں کاٹنا ہے۔

سفرِ آخرت کے ۹ مراحل: موت و سکرات ← قبر و برزخ (پہلی منزل) ← نفخاتِ صور (فزع، صعق، قیام) ← بعث (قبروں سے جی اٹھنا) ← حشر (میدانِ حساب) ← شفاعتِ عظمیٰ ← حساب کتاب، گواہیاں، میزان و اعمال نامہ ← پل صراط ← ابدی جنت یا جہنم۔

عقلی دلائل بر وقوعِ آخرت

• پہلی بار بنانا ممکن ہوا تو دوبارہ اٹھانا کیوں محال ہو گا؟
• دنیا میں ظالم دندناتے پھرتے ہیں اور مظلوم انصاف کے بغیر مر جاتے ہیں؛ پس عدلِ مطلق کا تقاضا ایک اور عدالت ہے۔
• ہر انسان کا ضمیر (نفسِ لوامہ) اس کے اخلاقی وجود اور جزا و سزا کی گواہی دیتا ہے۔

حساب و کتاب کا شفاف معیار

نجات کا دار و مدار صرف ایمان اور اعمالِ صالحہ پر ہے۔ نسل، قرابت، دولت اور دھونس وہاں کام نہ آئے گی۔ گواہوں میں فرشتے، زمین کے خطے، انسان کے اعضاء اور اللہ کا ازلی علم شامل ہوں گے۔ کامیابی کا معیار دنیا کی عارضی دولت نہیں بلکہ اللہ کا فیصلہ ہے۔

﴿فَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ۝ وَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ﴾ (الزلزال: ۷-۸)
پس جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا، اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا۔

﴿يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ﴾ (ابراهيم: ۲۷)
اللہ مومنوں کو پکی بات کے ذریعے دنیا کی زندگی میں بھی ثابت قدم رکھتا ہے اور آخرت (قبر و برزخ) میں بھی۔

فرمانِ نبوی ﷺ (صحیح بخاری — حضرت عبداللہ بن عمرؓ):
«كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيلٍ» — دنیا میں ایسے رہو گویا تم پردیسی مسافر ہو یا راستہ چلتے رہگیر۔

سیرت کا عملی نمونہ: حضرت مصعب بن عمیرؓ:
مکہ کے سب سے ناز و نعم والے خوش پوش نوجوان حضرت مصعبؓ نے اسلام کی خاطر سب کچھ چھوڑا۔ جب غزوہ احد میں شہید ہوئے تو کفن کے لیے صرف ایک چھوٹی چادر تھی—سر ڈھانپتے تو پاؤں کھل جاتے، پاؤں ڈھانپتے تو سر کھل جاتا! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سر ڈھانپ دو اور پاؤں پر اذخر گھاس ڈال دو۔ یہ آخرت کے یقین کی عملی طاقت تھی!

آخرت کا اثر بر نفسِ انسانی (انفرادی)	آخرت کا اثر بر نظامِ معاشرت (اجتماعی)
• **احساسِ جواب دہی:** دکاندار ترازو میں کمی نہیں کرتا، چاہے گاہک کو خبر نہ ہو۔ • **سکونِ قلب و صبر:** رشوت نہ دینے پر فائل رکی رہے، پھر بھی دل مطمئن ہے کہ نیکی کا اجر اللہ کے پاس محفوظ ہے۔ • **بے غرض انفاق:** خفیہ صدقہ جس کی تصویر سوشل میڈیا پر نہ ڈالی جائے۔	• **کمزور کے حقوق کا تحفظ:** طاقتور ظلم سے رکتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ مظلوم کی بددعا اور آخرت کی گرفت اٹل ہے۔ • **پائیدار اخلاقی اقدار:** اخلاقی اقدار سیاسی مفادات کے ساتھ نہیں بدلتیں؛ بے لگام اور غیر ذمہ دار معاشرہ جنم نہیں لیتا۔

۵. الباب الخامس (B5): الإيمان بالقدر خيره وشره

صفحات ۱۶-۱۷

قدر کے معنی ہیں کسی چیز کی مقدار اور اس کے مقررہ حالات۔ اصطلاح میں تقدیر وہ قوانین ہیں جو اللہ نے کائنات کے لیے مقرر فرمائے۔ تقدیر کے ۴ مراتب ہیں:

مراتبِ اربعہ (تقدیر کے ۴ درجات)

۱. **علم:** اللہ کا ازلی و ابدی علم جو ہر شے کو گھیرے ہوئے ہے۔
۲. **کتابت:** تخلیق سے ۵۰ ہزار سال قبل لوحِ محفوظ پر اندراج۔
۳. **مشیئت:** جو اللہ چاہے وہی واقع ہونا، جو نہ چاہے نہیں ہو سکتا۔
۴. **خلق:** تمام کائنات اور بندوں کے افعال کا حقیقی خالق اللہ ہے۔

تقدیر اور انسانی اختیار کا برحق توازن

اہلِ سنت کا مؤقف نہ جبرِ محض ہے (ورنہ انسان مشین ہوتا اور جزا و سزا بے معنی ہوتی) اور نہ تفویضِ مطلق ہے۔ انسان کو **محدود ارادہ اور اختیار** دیا گیا ہے جس کی بنیاد پر وہ مکلف ہے۔ ارادہ و قدم انسان کا، اور تکمیل اللہ کی مشیئت سے ہے۔ سستی کا ملبہ تقدیر پر ڈالنا باطل ہے۔

﴿مَا أَصَابَ مِن مُّصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ مِّن قَبْلِ أَن نَّبْرَأَهَا ۚ إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ۝ لِّكَيْلَا تَأْسَوْا عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا آتَاكُمْ﴾ (الحدید: ۲۲-۲۳)

زمین میں یا خود تم پر کوئی مصیبت نہیں آتی مگر پیشتر اس کے کہ ہم اسے پیدا کریں وہ ایک کتاب میں لکھی ہوئی ہے؛ تاکہ جو تم سے فوت ہو جائے اس کا غم نہ کرو اور جو اللہ نے دیا ہو اس پر اتراؤ نہیں۔

﴿وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ﴾ (البلد: ۱۰) • ﴿فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا﴾ (الشمس: ۸)

اور ہم نے انسان کو (خیر و شر کے) دونوں راستے دکھا دیے؛ اور اس کے دل میں نیکی اور برائی کی تمیز ڈال دی۔

احادیثِ مبارکہ (صحیح مسلم):
• حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: «كَتَبَ اللَّهُ مَقَادِيرَ الْخَلَائِقِ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِخَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ، وَعَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ» (اللہ نے زمین و آسمان بنانے سے پچاس ہزار سال قبل مخلوقات کی تقدیریں لکھ دیں اور اس کا عرش پانی پر تھا)۔
• «احْرِصْ عَلَى مَا يَنْفَعُكَ، وَاسْتَعِنْ بِاللَّهِ وَلَا تَعْجَزْ، وَإِنْ أَصَابَكَ شَيْءٌ فَلَا تَقُلْ: لَوْ أَنِّي فَعَلْتُ كَانَ كَذَا وَكَذَا، وَلَكِنْ قُلْ: قَدَرُ اللَّهِ وَمَا شَاءَ فَعَلَ» (جو چیز تمہیں نفع دے اس کی حرص کرو، اللہ سے مدد مانگو اور ہمت نہ ہارو؛ اور اگر کوئی تکلیف پہنچے تو یہ نہ کہو کہ "کاش میں یوں کرتا تو یوں ہوتا"، بلکہ کہو: یہ اللہ کی تقدیر ہے، اس نے جو چاہا کیا)۔

طاعونِ عمواس پر سیدنا عمر فاروقؓ کا تاریخی فیصلہ:
جب شام میں طاعون پھیلا تو حضرت عمرؓ نے لشکر واپس لے جانے کا فیصلہ فرمایا۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے دریافت کیا: «أَفِرَارًا مِنْ قَدَرِ اللّٰهِ؟» (کیا اللہ کی تقدیر سے بھاگ رہے ہیں؟) حضرت عمرؓ نے فرمایا: **«نَعَمْ، نَفِرُّ مِنْ قَدَرِ اللّٰهِ إِلَى قَدَرِ اللّٰهِ»** (ہاں! ہم اللہ کی ایک تقدیر سے اللہ ہی کی دوسری تقدیر کی طرف جا رہے ہیں—بخاری و مسلم)۔ یعنی تقدیر پر ایمان تدبیر، احتیاط اور عقل استعمال کرنے کے منافی نہیں۔

تقدیر کا اثر بر نفسِ انسانی (انفرادی)	تقدیر کا اثر بر نظامِ معاشرت (اجتماعی)
• **صبر و شکر:** امتحان یا کاروبار میں ناکامی پر ڈپریشن کے بجائے ازسرنو محنت؛ کامیابی پر تکبر کے بجائے عاجزی۔ • **بے خوفی:** سچی بات کہنے پر نوکری جانے کا خوف غالب نہیں آتا، کیونکہ نفع و نقصان کا مالک کوئی انسان نہیں۔ • **حسد کا خاتمہ:** دوسرے کا رزق اس کا مقدر ہے، لہٰذا جلن اور لالچ سے دل پاک ہو جاتا ہے۔	• **معاشی کشمکش میں کمی:** جب رزق کی تقسیم پر یقین ہو تو نہ چھیننے کی ہوس رہتی ہے نہ ذخیرہ اندوزی کا جواز۔ • **احساسِ ذمہ داری:** چونکہ اختیار دیا گیا ہے، اس لیے "قسمت میں یہی تھا" کہہ کر نااہلی چھپانے کا کلچر ختم ہوتا ہے۔

٦. خلاصۂ کلام (The Grand Synthesis): چاروں ستونوں کا باہمی ربط

جامع فکری نچوڑ

۱. توحید: کس کی بندگی؟
فقط اللہ وحدہ لا شریک لہ کی بندگی۔ ساری غلامیوں سے نجات اور ایک در کے ہو جانا۔

۲. رسالت: کیسے بندگی؟
محمد رسول اللہ ﷺ کے بتائے ہوئے سنت طریق پر زندگی گزارنا۔ عقل کے وسوسوں سے آزادی۔

۳. آخرت: بندگی کا انجام؟
حساب و کتاب، میزان، عدلِ مطلق اور ابدی جنت۔ محنت کبھی رائیگاں نہیں جاتی۔

۴. تقدیر: بندگی کا حوصلہ؟
نفع و نقصان اور موت و حیات کا اختیار رب کے پاس ہے۔ ہر صدمے میں استقامت اور سکون۔

۷. نوجوان ذہن کے ۷ بنیادی سوالات اور روزمرہ استعارے

بغیر فلسفیانہ الجھنوں کے، روزمرہ زندگی کی مثالیں

استعارہ ۱ • سننِ الٰہیہ، دار الاسباب اور امتحانی ہال

۱. مغرب کی مادی ترقی بمقابلہ مسلمانوں کی پسماندگی: اگر اسلام سچا ہے تو بے دین دنیا خوشحال اور مسلمان پسماندہ کیوں ہیں؟

اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو "دار الاسباب" بنایا ہے اور ترقی و غلبے کے کچھ فطری و الٰہی قوانین رکھے ہیں۔ جو قوم بھی محنت، تحقیق، علم، نظم و ضبط اور عدل و انصاف کے اصول اپنائے گی—چاہے وہ مومن ہو یا غیر مسلم—اللہ تعالیٰ اسے دنیاوی کامیابی اور مادی پیداوار عطا فرمائے گا: ﴿كُلًّا نُّمِدُّ هَـٰؤُلَاءِ وَهَـٰؤُلَاءِ مِنْ عَطَاءِ رَبِّكَ﴾۔ مغرب نے ان کائناتی اصولوں پر محنت کی تو مادی ایجادات اور دولت حاصل کر لی۔ دوسری طرف مسلمانوں کی موجودہ پسماندگی اسلام پر عمل کی وجہ سے نہیں، بلکہ علم و تحقیق چھوڑنے، کرپشن اور کاہلی کی وجہ سے ہے۔ مزید یہ کہ دنیا امتحان گاہ ہے نہ کہ مومن کا اصل وطن؛ امتحان ہال میں اچھی کرسی مل جانا پرچے میں پاس ہونے کی دلیل نہیں ہوتا۔

حاصلِ کلام: مادی دولت الٰہی قوانین پر محنت کا نتیجہ ہے نہ کہ حقانیت کا معیار؛ دنیا اسباب کی کھیتی ہے اور اصل کامیابی آخرت کی ہے۔

استعارہ ۲ • تخصص کی حد اور دل کا تکبر

۲. بڑے نام اور سائنسدان: اگر خدا برحق ہے تو دنیا کے مایہ ناز سائنسدان، فلاسفہ اور ارب پتی خدا کو کیوں نہیں مانتے؟

اگر کوئی شخص دنیا کا بہترین سافٹ ویئر انجینئر، راکٹ سائنسدان یا ارب پتی تاجر ہو، تو اس کا علم اور مہارت صرف مادی اشیاء کے مشاہدے تک محدود ہوتی ہے؛ وہ دل کا سرجن یا اخلاق کا منصف نہیں بن سکتا۔ سائنس کا دائرہ یہ بتانا ہے کہ "کائنات کیسے کام کرتی ہے؟" (How)، جبکہ "یہ کیوں ہے اور اسے کس نے پیدا کیا؟" (Why) کا جواب سائنس کے مادی آلات کے پاس نہیں ہے۔ کسی شخص کا ٹیکنالوجی میں عبقری ہونا اس کے روحانی یا اخلاقی طور پر منصف ہونے کی ضمانت نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ نیوٹن، میکسویل اور ان گنت جلیل القدر سائنسدان خدا کے قائل تھے؛ جبکہ موجودہ دور میں خدا کا انکار علمی نہیں بلکہ اکثر اوقات اخلاقی پابندیوں سے فرار اور انا پرستی کا نتیجہ ہوتا ہے۔

حاصلِ کلام: مادی سائنس کی مہارت روحانی سچائی کے انکار کا اجازت نامہ نہیں؛ حقیقت شناسی کے لیے عقل کے ساتھ سلیم دل کی ضرورت ہوتی ہے۔

استعارہ ۳ • پانی کی پیاس اور فطرت کے مستقل اصول

۳. دین کی معنویت: کیا ۱۴۰۰ سال پرانی شریعت اور احکام مصنوعی ذہانت (AI) اور جدید تیز رفتار دور میں پریکٹیکل ہیں؟

انسان اونٹ اور گھوڑے کے دور میں رہا ہو یا آج سپر کمپیوٹر اور راکٹ کے دور میں، انسانی وجود کے بنیادی تقاضے اور روحانی بیماریاں ذرہ برابر نہیں بدلیں۔ حسد، حرص، خود غرضی، خاندانی بکھراؤ، فحاشی کا زہر، ذہنی تناؤ اور موت کا خوف کل بھی ویسا ہی تھا جیسا آج ہے۔ جس طرح ریاضی کے قوانین یا پانی سے پیاس بجھنے کی حقیقت زمانے کے ساتھ پرانی نہیں ہوتی، اسی طرح اللہ کے اخلاقی، سماجی، معاشی اور روحانی احکام ابدی انسانی فطرت پر مبنی ہیں۔ اسلام انسان کو سائنس، ٹیکنالوجی اور معاشی ترقی سے نہیں روکتا، بلکہ وہ مادی ترقی کے دور میں انسان کو خود غرض درندہ بننے سے روک کر حقیقی عدل اور امن عطا کرتا ہے۔

حاصلِ کلام: مادی وسائل اور آلات بدلتے رہتے ہیں لیکن روح کی حقیقت اور عدل و حیا کے اصول قیامت تک پریکٹیکل اور ناگزیر ہیں۔

استعارہ ۴ • شفیق معالج اور زہر پینے والا مریض

۴. رحمت اور دھوکہ: جب اللہ غفور و رحیم ہے اور سب کو بخش سکتا ہے، تو اتنی سخت عبادات اور حرام و حلال کی کیا ضرورت ہے؟

اگر ہسپتال کا چیف ڈاکٹر بے انتہا مہربان اور شفیق ہو، مگر کوئی شخص جان بوجھ کر چوہے مار زہر کی شیشی پی لے اور کہے کہ ڈاکٹر بہت رحم دل ہے وہ مجھے مرنے نہیں دے گا، تو وہ زہر کے اثر سے تڑپ کر ہلاک ہو جائے گا۔ اللہ کی رحمت بے پناہ ہے، لیکن وہ ساتھ ہی "عادلِ مطلق" اور "شدید العقاب" بھی ہے۔ اگر ظالم اور مظلوم، پاکباز اور بدکار، راتوں کو رونے والے اور سرکش فسادی سب کے ساتھ بغیر توبہ کے ایک جیسا سلوک کیا جائے تو عدل کا نظام برباد ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿نَبِّئْ عِبَادِي أَنِّي أَنَا الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ۝ وَأَنَّ عَذَابِي هُوَ الْعَذَابُ الْأَلِيمُ﴾۔ رحمت ان لوگوں کے لیے سہارا ہے جو گناہ کے بعد رو کر توبہ کرتے ہیں، نہ کہ ان کے لیے جو سرکشی اور نافرمانی پر ڈٹ جاتے ہیں۔

حاصلِ کلام: اللہ کی رحمت توبہ اور محنت کرنے والوں کے لیے سہارا ہے، گناہ پر جمے رہنے کے لیے خود فریبی کا پروانہ نہیں۔

استعارہ ۵ • روحانی ضرورت کا احساس (جسمانی بمقابلہ روحانی غذا)

۵. بھوک اور روٹی: جدید انسان مادی ترقی، برانڈز اور ڈگریاں سمیٹ کر بھی اندر سے خالی، پریشان اور اداس کیوں ہے؟

اگر کسی کا پیٹ بالکل بھرا ہو تو بہترین کھانا بھی اس کے سامنے بے وقعت لگتا ہے، مگر کئی دن کا بھوکا خشک نوالے کو بھی غنیمت جانتا ہے۔ انسان محض گوشت پوست کا نام نہیں، بلکہ اس کے اندر اللہ کی پھونکی ہوئی روح بھی ہے۔ جسم زمین سے پیدا ہوا اس لیے اس کی غذا زمین سے نکلتی ہے (روٹی، پانی، گاڑی، بنگلہ)، جبکہ روح عالمِ بالا کی مخلوق ہے اس لیے اس کی غذا صرف آسمان سے اترتی ہے (خالق کی یاد، سچا عقیدہ اور بندگی)۔ جب تک روح کو اس کی غذا نہ ملے، انسان پوری دنیا کے خزانے سمیٹ کر بھی اندر سے مفلس، خالی اور ڈپریشن کا شکار رہتا ہے: ﴿أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ﴾۔

حاصلِ کلام: جیسے جسم اناج کا محتاج ہے، ویسے ہی روح ایمان اور رب سے زندہ تعلق کی محتاج ہے۔

استعارہ ۶ • میڈیکل اسٹور کی دوائیں اور مستند معالج کا نسخہ

۶. ڈاکٹر اور نسخہ: جب انسان کے پاس عقل اور سائنس موجود ہے تو زندگی کے فیصلے کے لیے رسول اور وحی کی رہنمائی کیوں ضروری ہے؟

میڈیکل اسٹور پر ہزاروں دوائیں خوبصورت شیشیوں اور ڈبوں میں سجی ہوتی ہیں، مگر کوئی بھی ہوش مند انسان وہاں جا کر اپنی مرضی سے گولیاں پھانکنا شروع نہیں کرتا، بلکہ اسپیشلسٹ ڈاکٹر کے پاس جا کر معائنہ کراتا ہے اور اس کا لکھا ہوا نسخہ ہی لیتا ہے۔ انسان کی عقل خیر اور شر کے تمام اثرات اور موت کے بعد پیش آنے والے نتائج کو خود جانچنے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ اللہ تعالیٰ کائنات کا خالق اور سب سے بڑا معالج ہے، اور انبیاء علیہم السلام وہ مستند طبیب ہیں جو ہماری روحانی بیماریوں کا حتمی، محفوظ اور آزمودہ نسخہ (وحی و شریعت) لے کر آئے۔

حاصلِ کلام: عقل بیماری کی علامت تو دیکھ سکتی ہے لیکن کامل شفا کا نسخہ صرف وحیِ نبوت سے ملتا ہے۔

استعارہ ۷ • اصل اور فروع (قرآنی تمثیل: شجرۂ طیبہ)

۷. شجرِ طیبہ اور جڑ: کیا سوکھے درخت پر مصنوعی پھول لگانے سے درخت زندہ ہو سکتا ہے؟ کیا صرف رسمی دعوے کافی ہیں؟

ایک شخص اپنے باغ کے سوکھے، بے جان درخت پر خوبصورت پلاسٹک کے پھل، پھول اور سبز پتے چپکا دے اور کہے کہ میرا باغ ہرا بھرا ہے، تو کوئی عقلمند اسے زندہ درخت تسلیم نہیں کرے گا۔ جب تک زمین کے اندر گہری، مضبوط اور تر و تازہ جڑیں نہ ہوں، اوپر کی کوئی مصنوعی سجاوٹ درخت کو زندگی نہیں دے سکتی۔ محض زبانی مسلمان ہونا یا رسمی دعوے کرنا سوکھے تنے پر مصنوعی پتے لگانے کی طرح ہے۔ قرآن نے کلمۂ طیبہ اور سچے عقیدے کو "شجرۂ طیبہ" فرمایا ہے جس کی جڑیں دل کی گہرائیوں میں جمی ہوتی ہیں: ﴿أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ﴾۔ جب تک دل میں سچا عقیدہ نہ ہو، ظاہری اعمال بارگاہِ الٰہی میں قبولیت کا وزن نہیں پاتے۔

حاصلِ کلام: عقیدہ تمام اعمال کی جڑ اور روح ہے؛ جڑ کٹ جائے تو عمل کے تمام پھل اور پتے سوکھ کر بکھر جاتے ہیں۔

۸. دکھ، صدمات، غزہ اور اینگزائٹی کا مقابلہ: عقیدہ کیسے ڈھال بنتا ہے؟

نفسیاتی و روحانی استحکام

«عَجَبًا لِأَمْرِ الْمُؤْمِنِ إِنَّ أَمْرَهُ كُلَّهُ خَيْرٌ، وَلَيْسَ ذَاكَ لِأَحَدٍ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ، إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ، وَإِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ»

(صحیح مسلم: ۲۹۹۹) — "مومن کا معاملہ بھی خوب ہے، اس کے ہر معاملے میں خیر ہے؛ اگر خوشی ملے تو شکر کرتا ہے جو خیر ہے، اور اگر تکلیف پہنچے تو صبر کرتا ہے جو اس کے لیے خیر ہے۔"

۱. "کاش" کے روگ کا خاتمہ

اکثر نفسیاتی الجھنیں ماضی کے پچھتاوے ("کاش میں ایسا کر لیتا") سے جنم لیتی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ لفظ شیطان کے وسوسوں کا دروازہ کھولتا ہے۔ تقدیر پر ایمان دل کو سکون بخشتا ہے کہ «قَدَرُ اللَّهِ وَمَا شَاءَ فَعَلَ»۔

۲. غزہ کے مظلومین کا عزم

دنیا دیکھ کر حیران رہ گئی کہ ملبے تلے دبے فلسطینی بچے اور مائیں «الحمد للہ» اور «حسبنا اللہ ونعم الوکیل» پکار رہے ہیں۔ یہ چٹان جیسی ہمت صرف آخرت اور تقدیر کے پختہ عقیدے سے پیدا ہوتی ہے!

۳. درد کبھی رائیگاں نہیں جاتا

مسلمان کا ایک کانٹا چبھنا بھی گناہوں کا کفارہ اور درجات کی بلندی ہے۔ آخرت کا یقین یہ طمانیت بخشتا ہے کہ دنیا کے ہر آنسو اور صبر کا حساب رب کے پاس محفوظ ہے اور جنت میں اس کا ابدی بدلہ ملے گا۔

۹. درسی سلائیڈز کا تصویری و تصوری خلاصہ (۸ سلائیڈز میٹرکس)

درسی پریزنٹیشن کا فوری جائزہ

سلائیڈ ۱: حقیقتِ عقیدہ و ایمان:

• *تصور:* دل کی پکی گرہ، حدیثِ جبریلؑ، اور صحابہ کا پہلے ایمان سیکھنے کا منہج۔

• *استعارہ:* طوفانی سمندر میں جہاز کا لنگر اور زمین پر برگد کی گہری جڑ۔

سلائیڈ ۲: قادرِ مطلق خالق کا اثبات:

• *تصور:* امکان کا برہان، خود کار کوڈ کی نفی، اور توحید کے ۴ کلامی تقاضے۔

• *استعارہ:* سورج کی اصل روشنی بمقابلہ ہزاروں آئینوں کا مستعار عکس۔

سلائیڈ ۳: اگر دنیا میں انبیاء نہ ہوتے؟:

• *تصور:* اخلاقی انارکی، طاقتور کا راج، اور وحی کے بغیر عقل کا فکری اندھیرا۔

• *استعارہ:* گھپ اندھیرے جنگل میں آسمانی مینارِ نور (Lighthouse)۔

سلائیڈ ۴: ادارۂ رسالت اور اسوۂ حسنہ:

• *تصور:* صرف کتاب کافی کیوں نہیں؛ رسول اللہ ﷺ کا مرکزِ اطاعت ہونا۔

• *استعارہ:* کار کی کتاب (Manual) بمقابلہ ڈرائیونگ انسٹرکٹر کا عملی نمونہ۔

سلائیڈ ۵: حکمتِ ختمِ نبوت و تحفظ:

• *تصور:* انسانیت کی فکری بلوغت، کامل شریعت، اور عروہ بن مسعود کا اعتراف۔

• *استعارہ:* نبوت کے عالیشان محل کی آخری اینٹ اور دین کا تاج محل۔

سلائیڈ ۶: عالمِ آخرت اور عدلِ الٰہی:

• *تصور:* دنیا دار الامتحان ہے، رزلٹ ڈے قیامت کو ہوگا؛ سیدنا مصعبؓ کی قربانی۔

• *استعارہ:* امتحانی مرکز میں پرچہ دینا بمقابلہ تقسیمِ اسناد و انعامات کا دن۔

سلائیڈ ۷: تقدیر اور دکھوں کا مقابلہ:

• *تصور:* طاعونِ عمواس میں حضرت عمرؓ کا استدلال؛ تدبیر اور توکل کا توازن۔

• *استعارہ:* اونٹ کا گھٹنا باندھنا اور نتائج رب کے سپرد کر کے پرسکون ہونا۔

سلائیڈ ۸: خلاصۂ کلام (The Grand Synthesis):

• *تصور:* چاروں ستونوں کا باہمی ربط (توحید: کس کی بندگی؟ رسالت: کیسے بندگی؟ آخرت: بندگی کا انجام؟ تقدیر: بندگی کا حوصلہ؟)۔

• *استعارہ:* ایمانیات کی مکمل اور پرسکون عمارت۔

۱۰. امتحانی خود آزمائی اور حل شدہ تفصیلی کلید

طلبہ و اساتذہ کے لیے

سوال ۱: لفظ "عقیدہ" کا لغوی معنی کیا ہے اور یہ کس مادے سے ماخوذ ہے؟

جواب: یہ "عقد" سے ہے جس کے معنی پکی گرہ، پختگی، استواری اور وثوق کے ہیں۔ جیسے عقدِ بیع اور عقدِ نکاح۔ اصطلاح میں دل کے اس پختہ یقین کو کہتے ہیں جو انسان کے فکر و عمل کو اپنی گرفت میں لے لے۔

سوال ۲: اگر دنیا میں انبیاء نہ آتے تو انسانیت کی حالت کیا ہوتی؟
جواب: طاقتور کی حکومت (جنگل کا قانون) ہوتی، اخلاقی انارکی ہوتی اور انسان پتھروں و مخلوقات کو پوجتا رہتا۔ عقل اکیلی سائنسی آلات تو بنا سکتی ہے لیکن خیر و شر، عدلِ مطلق اور روح کے مقصد کا حتمی پیمانہ صرف وحیِ نبوت سے ملتا ہے۔

سوال ۳: توحید فی الصفات میں اللہ تعالیٰ اور مخلوق کی صفات کے درمیان بنیادی کلامی فرق کیا ہے؟
جواب: اللہ کی صفات **قدیم، ذاتی اور مطلق** ہیں؛ جبکہ مخلوق کی صفات **حادث، عطائی اور محدود** ہیں۔ یہ ۳ کلیدی الفاظ صفات میں شرک سے بچاؤ کی اساس ہیں۔

سوال ۴: تقدیر اور انسانی اختیار کے باب میں "بھوک اور روٹی" کی مثال کیا واضح کرتی ہے؟
جواب: تقدیر ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھنے کا نام نہیں، انسان کو محنت اور تدبیر کرنی پڑتی ہے پھر اللہ برکت دیتا ہے۔ جیسے نوالہ منہ میں ڈالنے سے پیٹ بھرتا ہے، ویسے ہی اللہ نے محنت، دعا اور تدبیر کو کامیابی کا ذریعہ مقدر فرمایا ہے۔

سوال ۵: طاعونِ عمواس کے موقع پر حضرت عمر فاروقؓ کا تاریخی فرمودہ کیا تھا؟
جواب: **«نَفِرُّ مِنْ قَدَرِ اللّٰهِ إِلَى قَدَرِ اللّٰهِ»** (ہم اللہ کی ایک تقدیر سے اللہ ہی کی دوسری تقدیر کی طرف جا رہے ہیں)۔ یہ واضح کرتا ہے کہ تقدیر پر ایمان تدبیر، احتیاط اور علم و عقل سے کام لینے کے قطعی خلاف نہیں۔